اردو زبان (رسم الخط) کے مسائل اور تجاویز

ساجد علی مصباحی۔ استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّي ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم

اردو زبان بڑی دل کش اور انتہائی شیریں زبان ہے، اس کی کشش اور مٹھاس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے دامن میں عربی زبان کی دل فریب بہاریں بھی ہیں اور فارسی زبان کے گلہائے رنگا رنگ بھی، آریائی تہذیب وتمدن کی غماز سنسکرت کا اثر بھی ہے اور وطنِ عزیز سے نسبت رکھنے والی زبانِ ہندی کی آمیزش بھی، اور اب تو ماڈرن کلچر کی آئینہ دار زبان انگریزی کے ورڈ بھی اس میں کثرت سے نظر آنے لگے ہیں، گویا یہ وہ منفرد زبان ہے جو اپنے وجود سے اتحاد و اتفاق اور باہمی اخوت و محبت کا درس دے رہی ہے۔

اس زبان میں کل باون (۵۲) حروف ہیں جو دو قسموں میں منقسم ہیں۔ (۱) مفرد حروف۔ (۲) مرکب حروف۔

مفرد حروف اڑتیس (۳۸) ہیں: ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ھ ء ی ے۔

مرکب حروف چودہ (۱۴) ہیں: بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ لھ مھ نھ۔

ان مرکب حروف کا دوسرا جز ’’ھ ‘‘ ہے، اور پہلے حرف کی سادہ آواز اس جز (ھ) کے ساتھ مل کر ایک نئی آواز بناتی ہے۔ اس لیے ان کے املا میں بھی اس بات کا مکمل لحاظ ہونا چاہیے کہ مفرد و مرکب حروف یا مفرد و مرکب کلمات اس انداز سے ’’اردو رسم الخط‘‘ میں لکھے جائیں کہ پڑھنے والے کو کسی قسم کی دشواری محسوس نہ ہو اور وہ مفرد و مرکب حروف یا مفرد و مرکب کلمات کو بآسانی پڑھتا اور سمجھتا چلا جائے۔

رسم الخط کا معنیٰ ہے: اندازِ تحریر۔ اور اگر گہرائی سے مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ ’’رسم الخط‘‘ زبان کی شناخت کا وہ علامتی نظام ہے جس کے ذریعے سے کوئی بھی زبان نہ صرف اپنا وجود قائم رکھتی ہے، بلکہ زبان کی علامتی اور تصوراتی دنیا کے ارتقا کا وہ محسوس ذریعہ ہے جو انسان کی مکمل شخصیت، سوچ، احساس، مشاہدہ، ادراک اور زاویۂ نظر بھی تشکیل دیتا ہے۔

اردو رسم الخط کے مسائل:

تاریخ سے شغف رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ اردو کے آغاز میں غیر منقسم ہندستان کے مسلمانوں نے اردو کو ’’فارسی رسم الخط‘‘ (نسخ ونستعلیق) میں اور غیر مسلموں نے اسے ’’دیوناگری رسم الخط‘‘ میں لکھنا شروع کیا۔

اِس اختلاف کی ایک بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ ’’ناگری رسم الخط‘‘ میں عربی اور فارسی کی بعض مخصوص آوازیں مثلاً خ، ذ، ز، ض، ظ، اور ع وغیرہ ادا کرنے کے لیے حروف موجود نہیں تھے۔ چنانچہ عربی اور فارسی کے بے شمار الفاظ ایسے تھے جو مسلموں اور غیر مسلموں کی بولی جانے والی اردو میں مستعمل تھے لیکن اُنھیں ’’ناگری رسم الخط‘‘ میں لکھنا ممکن نہ تھا۔ دوسری جانب فارسی میں ہندی کی مخصوص آوازیں مثلاً ٹ، ڈ، ڑ، اور ہائیہ آوازیں مثلاً بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ وغیرہ ادا کرنے کے لیے فارسی میں حروف موجود نہیں تھے اور نہ ہی ان کے املا کی کوئی صورت نظر آتی تھی۔

اردو زبان چونکہ اِن تینوں زبانوں سے مل کر معرضِ وجود میں آئی تھی؛ اس لیے ضروری تھا کہ اِس میں اِن تینوں زبانوں کی آوازیں ادا کرنے کے لیے علامتیں موجود ہوں۔ چنانچہ فارسی حروف میں شکلوں کی قبیلہ وار تقسیم سے فائدہ اُٹھا کر دو نئے نشانات وضع کیے گئے جن کے ذریعے ہندی کی مخصوص آوازیں ادا کرنے کے لیے نئے حروف بنانا ممکن ہوگیا۔ چھوٹی ’’ط‘‘ کی علامت کو ت ، د اور ر کی قبیل کے الفاظ پر لگا کر ٹ ، ڈ اور ڑ وضع کیے گئے۔ ’’ھ‘‘ کی علامت سے بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ، وغیرہ بنا لیے گئے۔

اردو زبان کے لیے یہ اضافہ اتنا بے ساختہ اور فطری تھا کہ کسی طرح کی اجنبیت اور مصنوعیت کا احساس تک نہیں ہوا، پھر اِن حروف تہجی کو اردو زبان کے لیے اختیار کر لیا گیا اور اِسے خطِ نستعلیق میں لکھا جانے لگا جو اب تک رائج ہے۔

ان سطروں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ''اردو رسم الخط'' کو عربی یا فارسی رسم الخط کہنا غلط ہے، بلکہ جس طرح اردو ایک آزاد اور مستقل زبان ہے اسی طرح ''اردو رسم الخط'' بھی ایک آزاد اور مستقل رسم الخط ہے۔

اردو رسم الخط کی تبدیلی:

اب اسے حقائق سے چشم پوشی کہیے یا اپنی کم علمی وغلط فہمی کی پردہ داری، تعصب وعناد کا نتیجہ سمجھیے یا دوسری زبانوں سے مرعوبیت کا ثمرہ کہ آج کے اس ترقی یافتہ اور مشینی دور میں بعض ہندوستانی سیاست داں اور مغربی دنیا کے بعض اردو و ہندی کے ادیب کہے جانے والے دانشوروں نے یہ سفارش کرنی شروع کر دی ہے کہ اردو کے رسم الخط کو ''دیوناگری'' یا ''رومن رسم الخط'' سے بدل دیا جائے۔

ہندوستان میں اردو رسم الخط کو ''دیوناگری'' سے اور مغرب میں ''رومن رسم الخط'' سے بدلنے کے حامیوں میں خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، راہی معصوم رضا، ڈاکٹر ملک راج آنند اور ہاشم علی اختر وغیرہ ادیبوں کے نام ملتے ہیں۔ یہ حضرات اردو کی بقا کی ضمانت کے لیے اردو رسم الخط کی قربانی جائز سمجھتے ہیں۔

۱۹۶۰ء کے لگ بھگ اردو کے مشہور ادیب خواجہ احمد عباس نے ہندی کے رسالے ''دھرم یگ'' میں ایک مضمون شائع کیا جس میں اردو والوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا رسم الخط ''دیوناگری'' میں کر لیں۔

اس وقت اس کے جواب میں پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اس کا پرزور رد کیا اور اپنے مضمون ''اردو رسم الخط - ایک تاریخی بحث'' کے عنوان میں لکھا:

''یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ جو لوگ اردو رسم الخط کو تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں وہ اردو اصوات تو کجا، اردو اعراب سے بھی پورے طور پر واقف نہیں ہوں گے۔ رسم الخط کی بات کرتے ہوئے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ ہندی اور اردو ایک زبان ہیں۔ یہ بات جتنی صحیح ہے اتنی نہیں بھی ہے۔ یعنی بنیاد کے اعتبار سے بے شک ہندی اور اردو دونوں زبانیں ایک ہیں، لیکن اپنے ارتقا کے دوران بوجوہ یہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دونوں زبانیں شورسینی پراکرت کی جانشیں ہیں اور دہلی کے گرد ونواح کی کھڑی بولی پر قائم ہیں۔ اردو اور ہندی کو اب دو ملتی جلتی، لیکن آزاد اور مستقل زبانیں سمجھنا چاہیے۔ بنیاد کو ایک تسلیم کر لینے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ دونوں کا رسم الخط ایک ہو۔ اگر یہ بات ضروری ہوتی تو آج اڑیا، بنگالی اور آسامی زبانوں کا رسم الخط ایک ہی ہوتا؛ کیوں کہ یہ تینوں ماگدھی پراکرت کی جانشیں ہیں، لیکن اس کے باوصف ان کا رسم الخط ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہی ہندی اور اردو کا معاملہ ہے، دونوں آریائی زبانیں ہیں، لیکن اپنے ارتقائی سفر میں یہ دونوں زبانیں اتنی آگے بڑھ چکی ہیں کہ اب ان کے لیے ایک ہی رسم الخط کا تجویز کرنا دونوں کے حق میں مضر ہوگا''۔

پروفیسر فتح محمد ملک ''اردو زبان اور اردو رسم الخط'' میں لکھتے ہیں:

''لگ بھگ نصف صدی پیشتر امریکی سی، آئی، اے کی تائید وحمایت سے اقتدار میں آنے والے فوجی آمر فیلڈ مارشل ایوب خان نے جب اردو کو ''رومن رسم الخط'' اپنا کر ترقی کرنے کا فرمان جاری کیا تھا تب ہمارے سرکردہ ادیبوں اور دانشوروں نے یہ فرمان ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ آج ہمارے یہاں ایک مرتبہ پھر بڑی خاموشی اور کمالِ عیاری کے ساتھ ہمارا الیکٹرانک میڈیا اردو کو ''رومن رسم الخط'' میں پیش کرنے میں مصروف ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے اشتہارات میں ''رومن رسم الخط'' کے ذریعہ ہماری قومی زبان کا حلیہ بگاڑنے میں منہمک ہیں۔ کراچی کے ماہنامہ ''نفاذِ اردو'' نے اپنے مئی ۲۰۰۸ء کے شمارے میں خبر دی ہے کہ کراچی سے ''رومن رسم الخط'' میں اردو کے ایک روزنامہ کا اجرا عمل میں آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس اخبار کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً ''رومن رسم الخط'' میں لکھے گئے اردو کتابچوں کا ہوتا چلا آیا ہے۔ رومن

اردو کی ترویج کی یہ مساعی اس بات کی ایک اور ثبوت ہے کہ ہماری قومی زبان کی منفرد تہذیبی اور لسانی شناخت کو مٹانے کے درپے قوتیں آج بھی سر گرم کار ہیں''۔

رسم الخط کی تبدیلی کے فوائد و اثرات:

اردو رسم الخط کی تبدیلی کے خواہاں افراد اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں اور اس تبدیلی کا فائدہ کیا بیان کرتے ہیں۔اس کا تذکرہ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی نے کچھ اس طرح کیا ہے:

(۱) اردو رسم الخط ایک غیر ملکی عربی/ فارسی رسم الخط ہے۔ یہ اسلامی رسم الخط ہے جس کا بھارت بھومی سے تعلق نہیں۔

(۲) اردو میں مستعمل فارسی ،عربی و ترکی کے الفاظ ،اصطلاحات اور تلمیحات وغیرہ کا تعلق ہندوستان کی سرزمین سے نہیں، بلکہ یہ سب عرب و عجم کی پیداوار ہیں۔

(۳) اردو رسم الخط کو دیوناگری میں تبدیل کرنے سے بھارت میں قومی یک جہتی بڑھ سکتی ہے۔

(۴) رسم الخط کی تبدیلی سے اردو کے لسانی ذخائر دیوناگری میں آسانی سے منتقل ہو سکتے ہیں۔

(۵) چونکہ اردو، ہندی ایک ہی زبان ہے، بلکہ اردو ہندی کی ''شیلی'' ہے؛اس لیے دو رسم الخط کی ضرورت نہیں۔

(۶) ترکی اور ازبکستان کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ زبان ترکی اور ازبک کا رسم الخط رومن اور روسی کرنے سے زبان ختم نہیں ہوئی ، بلکہ زبان کی ترقی ہوئی۔

(۷) ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں اردو کو زندہ رکھنے کے لیے رسم الخط کی قربانی ضروری ہے۔

(۸) اردو رسم الخط مشکل ہے،اس میں کئی حروف ایک ہی آواز کے لیے ہیں جن سے رسم الخط کی تدریس اور تکنیکی ترقی میں رکاوٹ پیش آتی ہے؛اس لیے اس رسم الخط کو بدلنا چاہیے۔

(۹) جدید ترسیلی ٹیکنالوجی جس میں انٹرنیٹ، سائبر سسٹم وغیرہ ہیں۔اس میں اردو آسانی کے ساتھ رومن حروف میں لکھی جاسکتی ہے۔

اس کی حقیقت کیا ہے؟

اردو رسم الخط کو غیر ملکی عربی یا فارسی رسم الخط کہنا، یوں ہی اردو میں مستعمل فارسی ،عربی و ترکی کے الفاظ ،اصطلاحات اور تلمیحات وغیرہ کے بارے میں یہ بکنا کہ ان کا تعلق ہندوستان کی سرزمین سے نہیں ہے، دوپہر میں طلوعِ آفتاب سے انکار کرنے کے مترادف ہے؛ کیوں کہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ زبان برصغیر کے بطن سے پیدا ہوئی اور اسی سرزمین پر اس کی نشو ونما ہوئی اور آج اس کی ٹھنڈی ہوائیں دنیا کے گوشے گوشے میں نسیم سحر کی طرح سے دلوں کو شاد ماں کر رہی ہیں۔

اردو زبان کو ہندی کی ''شیلی'' کہنا اردو کی ادبی اور لسانی تاریخ سے مبینہ طور پر چشم پوشی کرنا ہے؛اس لیے کہ ''شیلی'' کا مطلب ہوتا ہے: کسی زبان کا محض ایک اسلوب یا اسٹائل۔ کسی آزاد مستقل اور ترقی یافتہ زبان کو کسی دوسری زبان کی شیلی کہنا اس کے وجود کی نفی کرنا ہے اور اس کے تمام تر ادبی اور لسانی سرمایے پر شب خون مارنا ہے۔ یہ کام سب سے پہلے ہندی زبان کے ایک حمایتی ایودھیا پرساد کھتری نے کیا۔

رسم الخط کی تبدیلی سے قومی یک جہتی بڑھنے کی بات کرنا یا اس سے اردو زبان کے فروغ و ارتقا کا دعویٰ کرنا، یوں ہی اس کی تدریس کو بہت مشکل قرار دینا اور تکنیکی ترقی کی راہ میں اسے رکاوٹ بتانا بالکل بے بنیاد ہے۔ جسے بھی اردو زبان اور اس کے رسم الخط سے کچھ شناسائی ہے وہ ان جھوٹے دعووں کی حقیقت بخوبی سمجھتا ہے اور اس سچائی کا اعلان کرتا ہے کہ رسم الخط کی تبدیلی کا مطلب اردو زبان کو فنا کے گھاٹ اتارنا ہے۔

رسم الخط کی تبدیلی کے نقصانات اور مشکلات:

دیوناگری یا رومن رسم الخط میں اردو رسم الخط سے زیادہ دشواریاں اور خامیاں ہیں، اس لیے اس تبدیلی سے اردو زبان کی ترقی کا خواب دیکھنا یا دکھانا گویا اردو کو ختم کرنے کی راہ تلاش کرنا اور عوام کو اس پر لے جانا ہے۔اس تبدیلی کے نقصانات اور اس کی مشکلات کو چند سطروں میں بیان

نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں !ان کی جانب کچھ اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اردو رسم الخط اردو کی آن بان اور شان ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کی پہچان بھی ہے۔اسے بدلنے سے اس کی انفرادیت اور شناخت ختم ہوجائے گی۔

(۲) اردو رسم الخط کا رشتہ اردو زبان سے جسم اور جلد کا رشتہ ہے اور یہ رسم الخط صدیوں کے تجربات اور استعمال کے بعد اس مقام پر پہنچا ہے کہ اس کی مانوسیت اور ہم آہنگی اردو زبان کی صوتیات سے گھل مل گئی ہے؛ اس لیے اب اس کی کھال نوچ کر اس پر دوسری کھال چڑھانا ناممکن ہے۔

(۳) ہر زبان کا اپنا ادبی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی ورثہ ہوتا ہے جو تحریری شکل میں محفوظ رہتا ہے اور اسی بنیاد پر اس زبان کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر ہم اپنا ''رسم الخط'' بدل دیں تو یہ سارے ادبی خزانے بے معنیٰ اور بے قیمت ہوجائیں گے۔

(۴) مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہزارہا کتابیں جو اس ''رسم الخط'' میں چھپ چکی ہیں وہ ضائع اور برباد ہوجائیں گی۔ جیسا کہ ترکی زبان میں لکھی گئی صدیوں پرانی ''ترکی رسم الخط'' کی کتابیں کتب خانوں میں بے مصرف پڑی ہوئی ضائع ہو رہی ہیں۔

(۵) شاعروں اور ادیبوں نے جو لفظی صنعتوں میں کمال دکھایا ہے وہ سب ''اردو رسم الخط'' بدل جانے سے نظر نہ آسکے گا۔

(۶) حرفوں کی تبدیلی سے حسابِ جمل کا وجود ختم ہوجائے گا۔

(۷) اردو زبان کا رشتہ ماضی اور حال سے ٹوٹ جائے گا اور اس کے نتیجے میں لفظوں کی پہچان باقی نہیں رہ جائے گی۔

(۸) رومن خط میں اردو زبان کو کما حقہ ڈھالا نہیں جاسکتا؛ کیوں کہ اس میں اردو رسم الخط کی طرح وسعت نہیں ہے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا سکتا ہے کہ آپ کو لکھنا ہے ''لڑکا ساڑی لے کر بھاگ گیا''۔ اب آپ اسے رومن خط میں اس طرح سے لکھیں گے:

{LARKA SARI LE KAR BHAG GAYA} لرکا ساری لے کر بھاگ گیا۔

یا اس طرح لکھیں گے {LADKA SADI LE KAR BHAG GAYA} لڈکا ساڈی لے کر بھاگ گیا۔

بہر حال جس طرح بھی لکھیں آپ اپنی آواز دوسرے تک صحیح طریقے پر منتقل نہیں کرسکتے۔ تو جس زبان کی تنگی کا یہ حال ہو اس کے رسم الخط میں ایک ترقی یافتہ زبان کے رسم الخط کو بدلنے کی بات کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

(۹) اگر ہم کہیں: مجھے پانی دو۔ اور اسے ناگری رسم الخط میں لکھ دیں تو کوئی کیسے کہ سکتا ہے کہ یہ جملہ اردو ہے؟۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسم الخط کو بدلنے کا مطلب ہے زبان کو بدلنا۔

اس لیے اردوداں طبقے اور اس کے بہی خواہوں سے گزارش ہے کہ آپ اپنا رسم الخط بدلنے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوں؛ کیوں کہ اگر آپ نے اس سلسلے میں کوئی کمزوری دکھائی تو اردو ہندی کے اسالیب میں بہ کر ختم ہوجائے گی۔ ہندوستان کے آئین میں اقلیتوں کی زبان اور رسم الخط کے تحفظ کی گارنٹی دی گئی ہے؛ لہٰذا آپ اس مشن میں کبھی بھی اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائیں۔

(نوٹ: اس مضمون میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کے مضمون ''اردو رسم الخط - ایک تاریخی بحث'' اور پروفیسر فتح محمد ملک کے مضمون ''اردو زبان اور اردو رسم الخط'' کے اقتباسات ڈاکٹر سیّد تقی عابدی کے مضمون ''اردو رسم الخط'' سے لیے گئے ہیں اور عابدی صاحب کے مضمون سے بھی استفادہ کیا گیا ہے)

اردو املا کے مسائل: اردو الفاظ کس طرح لکھے جائیں، کون سا حرف کس حرف سے کب ملا کر لکھا جائے اور کب جدا لکھا جائے، یوں ہی لفظ کی نشست اور کشش کس طور کی ہو، یہ سب ''اردو املا'' کے مسائل ہیں۔

اردو زبان کے ماہرین اور اس کے فروغ وارتقا کے لیے کوشاں افراد نے اردو املا کے بہت سے اصول وضوابط وضع کیے ہیں، ہمیں اس کی پابندی کرنی چاہیے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے؛ کیوں کہ اس سلسلے میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے حال یہ ہوگیا ہے کہ آج قلمی تحریروں اور مطبوعہ کتابوں میں بعض حروف وکلمات کا املا مختلف شکلوں میں نظر آتا ہے، اس سے عام اردو خواں شخص حیران و پریشان ہوجاتا ہے

اور اسے یہ سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے اور وہ خود ان حروف یا کلمات کو کس طرح لکھے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) **اردو املا کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ** مرکب حروف میں '' ہ '' کو ہمیشہ دو چشمی (ھ) کی شکل میں لکھیں، مثلاً ''انھوں نے کھانا کھایا''۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف اس طرح لکھتا ہے ''انہوں نے کہانا کہایا'' تو اسے غلط کہا جائے گا۔ اس کی چند اور مثالیں یہ ہیں:

غلط املا: انہوں، انہیں، جنہوں، جنہیں، تمہیں، تمہارا، تمہاری، تمہارے، پہل کہانا، تہال اٹہانا، بہائی، گہر، بہی، تہا، تہی، کولہو، کمہار، دلہن، وغیرہ۔

صحیح املا: انھوں، انھیں، جنھوں، جنھیں، تمھیں، تمھارا، تمھاری، تمھارے، پھل کھانا، تھال اٹھانا، بھائی، گھر، بھی، تھا، تھی، کولھو، کمھار، دلھن، وغیرہ

(۲) **ایک قاعدہ یہ ہے کہ** کہنی دار ہ (لٹکن والی ہ) والے لفظوں کو دو چشمی ''ھ'' سے نہ لکھا جائے؛ تاکہ دونوں میں امتیاز باقی رہے، لہٰذا ''ہم، ہمیشہ'' کو ''ھم، ھمیشہ'' لکھنا غلط ہوگا۔ اس طرح کے بعض دوسرے کلمات یہ ہیں:

غلط املا: ھوا، ھندہ، ھندوستان، باھر، منھ، دھلی، کھاں، ننھال، وغیرہ۔

صحیح املا: ہوا، ہندہ، ہندوستان، باہر، منہ، دہلی، کہاں، ننہال، وغیرہ

(۳) **ایک قاعدہ یہ ہے کہ** جو کلمات الگ الگ استعمال ہوتے ہیں انھیں ملا کر نہ لکھا جائے؛ لہٰذا ''اس کا، ان کا'' کو ''اسکا، انکا'' لکھنا اصولِ املا کے خلاف ہے۔ اس طرح کے بعض دوسرے کلمات جن میں عموماً ایسا ہوتا ہے درج ذیل ہیں:

غلط املا: اسکی، اسکو، انکی، انکو، ہمکو، تجھکو، آپکے، کیلئے، جائیگا، جسقدر، خوبصورت، نیکبخت، گلدستہ، گلبدن، آجکل، قلمکار، عقلمند، بیشک، بیخوف، ہمقدم، مبارکپور، اعظمگڑھ، اعلیحضرت، وغیرہ۔

صحیح املا: اس کی، اس کو، ان کی، ان کو، ہم کو، تجھ کو، آپ کے، کے لیے، جائے گا، جس قدر، خوب صورت، نیک بخت، گل دستہ، گل بدن، آج کل، قلم کار، عقل مند، بے شک، بے خوف، ہم قدم، مبارک پور، اعظم گڑھ، اعلیٰ حضرت، وغیرہ۔

(۴) **ایک ضابطہ یہ ہے کہ** اگر یائے مجہول (ے) سے پہلے زبر یا الف یا واو ساکن ہے تو اس سے پہلے ہمزہ آئے گا، ورنہ اس سے پہلے یائے معروف (ی) آئے گی۔ جیسے گئے، آئے، سوئے، لیے، لکھیے۔۔۔۔۔۔۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف لکھتا ہے تو اسے غلط کہا جائے گا۔

'' ء '' لکھنے کی چند مثالیں یہ ہیں: نئے، گئیں، آئے، جائے، نہائے، کھلائے، سنائے، دکھائے، روئے، دھوئے، بوئے، کھوئے۔

''ی'' لکھنے کی چند مثالیں یہ ہیں: دیکھیے، سنیے، پڑھیے، کیے، دیے، پیے، لیجیے، دیجیے، پکڑیے۔

(۵) سابقوں اور لاحقوں میں مناسب طریقہ یہ ہے کہ سابقہ ''بے'' اور ''اَن'' کو الگ الگ لکھا جائے، اور ''بہ'' کو ہائے مختفی کے بغیر ملا کر لکھا جائے۔ اور لاحقے ''چہ، کہ '' کو ملا کر لکھا جائے۔ جیسے بے خوف، بے مزہ، بے حساب، بے بس، بے شک، بے گناہ، بے رحم، بے ایمان، بے دھڑک، بے ادب، بے کار۔۔۔۔ اَن پڑھ، اَن گنت، اَن سنی، اَن کہی، اَن دیکھا، اَن گھڑ، اَن بوجھ، اَن ہونی، اَن میل، اَن جوکھا، اَن مول ۔۔۔۔ بخوبی، بہرحال، بدستور، بخدا، بدقت، بدولت، بکثرت، بنسبت، بجز، بمقابلہ، باندازِ خاص ۔۔۔۔ کتابچہ، بازیچہ، غالیچہ، باغچہ، طاقچہ، دیگچہ، چنانچہ ۔۔۔۔ بلکہ، حالانکہ، کیونکہ، چونکہ، جبکہ، بشرطیکہ، غرضیکہ، وغیرہ۔

اردو زبان وادب کے ماہرین نے اردو املا سے متعلق بہت واضح اور صاف ستھرے اصول وضوابط مرتب کر دیے ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنا اردو املا کی صحت و درستی میں کافی معاون ثابت ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا سطریں انھیں ماہرین کی تحریروں سے اخذ کر کے بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل کتابیں بہت مفید اور معلومات افزا ہیں:

(۱) اردو املا - رشید حسن خان - قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔ (۲) املا نامہ - گوپی چند نارنگ - ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔

(۳) قواعد املا وانشا - مولانا اختر حسین فیضی مصباحی - مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

اردو رسم الخط اور املا سے متعلق بعض تجاویز:

(۱) اردو رسم الخط کو دیوناگری یا رومن رسم الخط میں تبدیل کرنے کا مشورہ دینے اور اس کی حمایت کرنے والے افراد کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اور انھیں یہ باور کرایا جائے کہ اردو زبان غیر ملکی یا کسی خاص قوم کی زبان نہیں ہے۔

(۲) ان کے نظریات، ان کی جانب سے پیش کیے گئے دلائل اور اس تبدیلی کے متوقع فوائد کا تجزیہ کر کے حقائق کو سامنے لایا جائے۔

(۳) اس حقیقت کو بھی خوب واضح کیا جائے کہ رسم الخط کی تبدیلی سے قومی یک جہتی بڑھنے کی بات کرنا یا اس سے اردو زبان کے فروغ وارتقا کا دعویٰ کرنا، یوں ہی اس کی تدریس کو بہت مشکل قرار دینا اور تکنیکی ترقی کی راہ میں اسے رکاوٹ بتانا بالکل بے بنیاد ہے۔

(۴) اردو رسم الخط کی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات اور اس کی مشکلات کو بیان کیا جائے۔

(۵) دیوناگری یا رومن رسم الخط کی تنگی اور اردو رسم الخط کی وسعت وفراخی کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے اور یہ سچائی سب کے دل ودماغ پر نقش کر دی جائے کہ رسم الخط کی اس تبدیلی کا مطلب اردو زبان کو فنا کے گھاٹ اتارنا ہے۔

(۶) اردو املا کے اصول وضوابط کو عام سے عام تر کرنے کی کوشش کی جائے۔

ساجد علی مصباحی۔ استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۳؍ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ/ ۲۶؍فروری ۲۰۱۲ء۔ یک شنبہ

برائے سیمینار یک روزہ، حیات علی کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ اینڈ ویلفیر سوسائٹی، علی نگر، مبارک پور